www.novelsclubb.com
MA
مایاوی
از اقراء ناصر
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

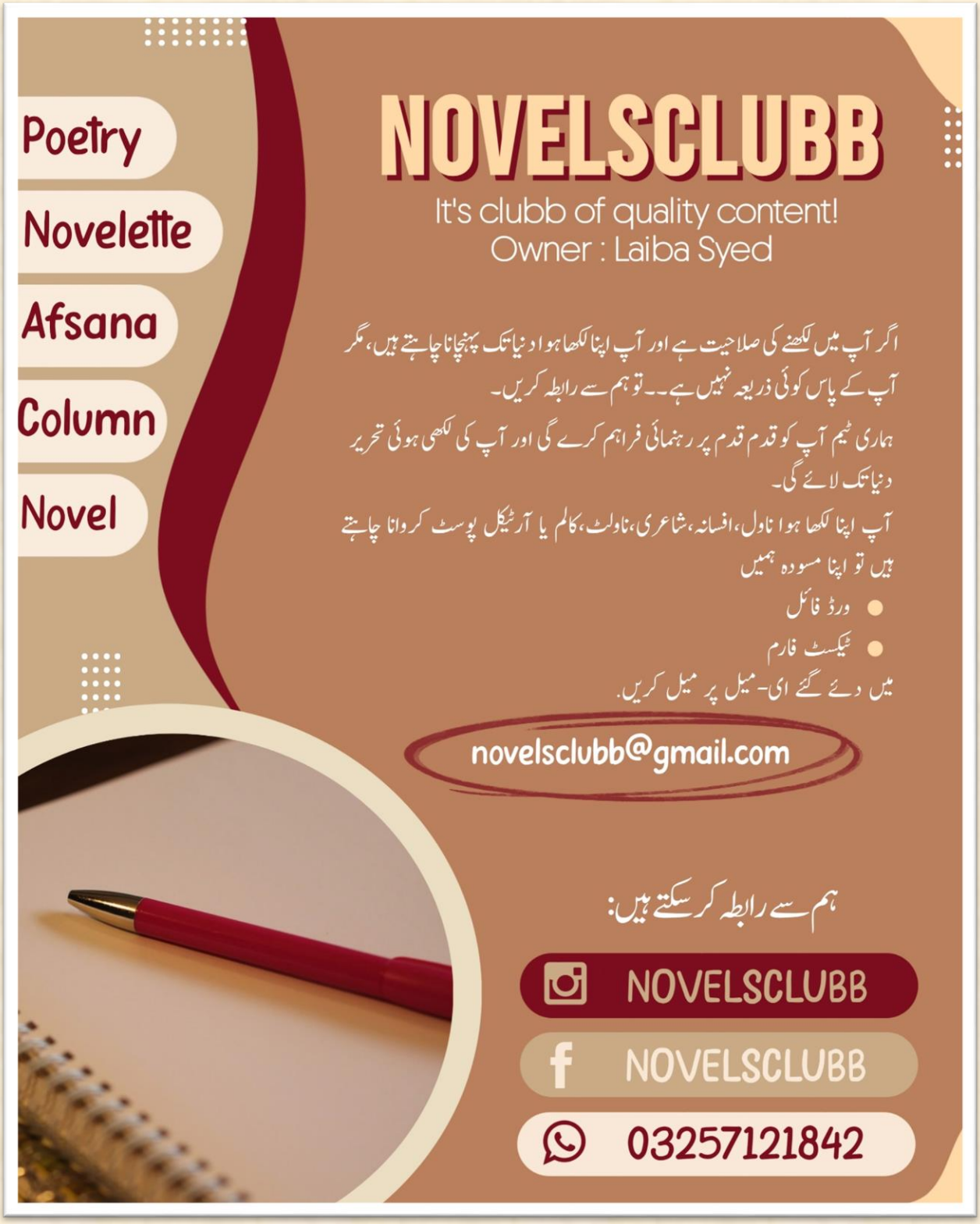
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

مایاوی

از قلم

اقراء ناصر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ناول "مایاوی" کے تمام جملہ حق لکھاری "اقراء ناصر" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

مایاوی

اقراء ناصر

گھپ اندھیرا۔ رات کا تیسرا پہر۔ گہری خاموشی۔

ایسے میں تم شہر کی آبادی سے ذرا فاصلے پہ آؤ تو تمہیں اداسیوں میں لپٹی اک سرمئی عمارت نظر آئے گی۔ شہر کی پُررونق فضاؤں سے دور، گہرے رازوں میں ڈوبی، خاموش کھڑی وہ عمارت جس کے سینے میں کئی کہانیاں دفن ہیں۔ تمہیں ایک ایک کر کے ان تمام کہانیوں کا حصہ بننا ہے۔

سرمئی عمارت کے در وا ہوئے۔ ہواؤں نے دم سادھ لیا۔ تاریکی میں چھپے وجود آہستہ آہستہ نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ بوڑھے برگد نے یہ منظر دیکھا تو خاموشی کا لبادہ اوڑھے انجان بن گیا۔ ہر کہانی کی پرت عیاں ہونے والی تھی۔ بس چند گھڑیاں اور!

☆☆☆

12 جنوری، 2020

ایرا۔ ڈیویس ہوٹل۔

مال روڈ، مری۔

ہوٹل کی تین منزلہ عمارت سرمئی دھندلکوں میں لپٹی کھڑی تھی۔

نئے سال کی ماند پڑتی روشنیوں میں بھی مری کی رونقیں اپنے عروج پہ تھیں۔

سخت سردیوں کے دن، اوائل جنوری کی یخ بستہ راتیں۔

سردی کی شدت سے کانپتے جسم، بھاپ اڑاتے کافی کے کپ۔

ہاتھوں کی مٹھیاں ہونٹوں سے لگائے مال روڈ پہ گھومتے لوگ، روشنیوں کا امڈتا سیلاب۔

ان سب کے درمیان سیاہ اور سرخ کے امتزاج میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی طیبہ آگے بڑھ رہی تھی۔ بادامی آنکھیں چھوٹی کیے ارد گرد کا بغور جائزہ لیتی ہوئی۔ ایراڈیویس ہوٹل کی عمارت کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئی۔ جیکٹ سے موبائل نکال کر افگن کی لوکیشن دیکھی۔ وہ ہوٹل میں ہی تھا۔

مطلوبہ مقام دس قدم کی دوری پہ تھا۔ قدم من من بھاری ہو رہے تھے۔ درد آنکھوں میں ہلکورے لے رہا تھا۔ برسوں کی مسافت تھی، لمحوں میں طے نہیں ہونا تھی۔ ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر جیکٹ میں گھسایا اور اک گہرا سانس لیتی پلٹ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆

مری کی سڑکوں پہ تاحد نگاہ سفید دبیز تہہ جمی ہوئی تھی۔ برف باری ہنوز جاری تھی۔

شام کے سائے گہرے ہو کر رات کی سیاہی میں گھل گئے تھے۔ لاؤنج میں مسلسل چکر کاٹتی سنبل کے پاؤں شل تھے۔ قریب ہی صوفے پہ پیر پسارے بیٹھی انابیہ کی آنکھیں پینڈولم کی طرح یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں گھوم رہی تھیں۔

"سنبل بیگم، ذرا اپنے پیروں کو آرام دیجیے۔ کیوں ہلکان ہو رہی ہیں؟ ہم اس شہر میں نئے تو نہیں ہیں۔" باب کٹ بالوں والی انابیہ نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائی تھیں۔

"اس نے کبھی اتنا وقت گھر سے باہر نہیں گزارا ہے بیا، مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔"

"آپ پریشان مت ہوں، یہ شہر وفائیں کرنا جانتا ہے، جفائیں اس نے سیکھی ہی نہیں!" فون کو بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ میں منتقل کیا اور بایاں ہاتھ جھٹکا۔ یوں جیسے تھک گیا ہو۔ سنبل نے ٹھہر کر اسے دیکھا، دوپٹے کے پلو سے چہرے کی نادیدہ گرد صاف کی جب گاڑی کے ٹائر چرچرانے کی آواز آئی۔

کلک۔ چابی کے گھومنے کی آواز۔ دروازہ بند ہونے کی آواز۔

سنبل کی بے تاب نگاہیں دہلیز سے لپٹ کر رہ گئیں۔

ہلکے قدموں کی آہٹ۔ایک۔دو۔تین۔

چوکھٹ میں اس کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ سنبل نے لپک کر اس کے ہاتھ تھامے۔

غیر معمولی حدت کا احساس ہونے پر ان کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔

"کہاں تھی تم؟اتنی دیر کر دی۔حالت دیکھی ہے اپنی؟"ماں کی ممتا جاگ اٹھی تھی۔اس نے کوئی جواب دینے کی بجائے نرمی سے ان کے ہاتھ ہٹائے اور بالوں میں انگلیاں چلاتی ،صوفے پہ آبیٹھی۔پہلے دائیں اور پھر بائیں پاؤں سے جا گرز اتارے۔کھلے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دی اور دھیرے سے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

(آپ کو ایک ہی بات کتنی بار بتاؤں؟)

ذہن کے پردے پہ ماضی کی فلم چلنے لگی تھی۔ہاتھ بری طرح کپکپائے۔اس نے ہتھیلیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لگایا،انگلیاں مخالف ہاتھوں کی پشت پہ رکھیں اور خود پہ قابو پانے کی ایک ناکام کوشش کی۔

(میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔میں آپ سے کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چند دن پہلے اسکائپ پہ ہونے والی گفتگو میں اس چہرے کے پتھریلے تاثرات یاد آئے تو لب بھنچ گئے۔

(جب چھوڑ ہی چکی تھیں تو مکمل چھوڑ دیں۔)

دل کی دھڑکن رفتار پکڑ چکی تھی۔ گہرے گہرے سانس لینے کی کوشش کرتی وہ ہتھیلیاں رگڑ رہی تھی۔

(میں آپ پہ فاتحہ پڑھ چکا۔)

سینے کی بائیں جانب درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی جو رگ وپے میں سرایت کر گئی۔ ہتھیلیاں بے جان ہو کر پہلو میں گر گئیں۔ اگلے ہی پل اس نے خود کو بے دم ہو کر صوفے سے ڈھلکتے دیکھا تھا۔

"طیبہ!" اک چیخ کی صورت میں اس کا نام بلند ہوا اور پھر ہر سو خاموشی چھا گئی۔ گہری، جامد خاموشی۔

☆☆☆

چھ سال قبل۔

مارچ،2014

اندرون لاہور۔

سیاہ پتھریلی روش پہ بارش کے گرنے کی آواز مدُھر گیت میں بدل رہی تھی۔آسمان نے نیلاہٹ کو کب کا الوداع کہہ کر سیاہی کی چادر اوڑھ لی تھی۔رونق نے حسن کا دامن پکڑا اور اندرون لاہور کی گلیوں میں رقص کرنے نکل پڑی۔

پول سے لٹکتے لالٹین کی مدھم زرد روشنی میں اک پل کے لیے اس کا نم چہرہ واضح ہوا اور اگلے ہی لمحے اس نے سر جھکا دیا تھا۔آج اس کا آخری پیپر تھا۔وہ بیک وقت خوش بھی تھی اور افسردہ بھی۔کس جذبے کو پہلے عیاں کرنا تھا وہ طے نہیں کر پائی۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے گھر کی دہلیز پہ اسے رکنا پڑا اور پھر جیسے ساری دنیا تھم گئی تھی۔ چھوٹا سا صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔قالینوں پہ بیٹھی بھاری بھرکم خواتین،ادھ ٹوٹی چوڑیاں اور زخمی کلائیاں لیے پتھرائی آنکھوں سے سامنے دیکھتی سنبل،انھیں بانہوں کے حصار میں

تھامے بیٹھا افگن، کچھ فاصلے پر گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھی انابیہ، ان سب کے درمیان پڑا سفید لبادے میں لپٹا ایک ٹھنڈا جسم۔

ہوا میں جیسے کسی نے نائٹروجن کی تیز بو پھیلا دی تھی۔ اسے سانس لینے میں دقت ہوئی۔ کچھ پل پہلے سنائی دینے والا مدھر گیت اب بھیانک ساز میں بدل چکا تھا۔ بارش کے قطرے سر پہ برفانی تودوں کی طرح گرتے معلوم ہوئے۔ وہ دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔

"چچ چچ۔۔۔ ابھی عمر ہی کیا تھی بیچارے کی؟ ابھی تو بچوں کی خوشیاں دیکھنی تھیں۔ بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی سنبل اور بچے یتیم، میرا تو دل دکھ رہا ہے سچ بتاؤں!" ہجوم میں سے کسی بھاری عورت کی آواز آئی۔

بیوہ، یتیم؟" دل میں کسی نے نیزہ گاڑ دیا۔ خونِ رس رہا تھا۔ خون بھی وہ جو دکھائی نہ دے۔"

آپی!" بیا نے اسے دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھی۔ طیبہ نے خالی نظریں اس کی جانب کی۔ اگلے ہی پل اس نے خود کو وہاں سے اٹھتے دیکھا۔ اب وہ راہداری سے گزر کر صحن کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سست قدموں سے چلتے ہوئے صحن پار کیا۔ پھر اس نے خود کو زمین پہ بیٹھتے دیکھا۔ نظروں نے ہاتھوں سے سامنے پڑے وجود تک کا سفر طے کیا۔

پتلیاں ساکت ہوئیں اور نظریں خاک۔ طیبہ کی دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔

معصومیت نے دور کہیں پہاڑوں کا رخ کیا اور سنجیدگی بکل مارے اس کے وجود سے لپٹ گئی۔

"بابا!" بکھری آواز، ٹوٹے پھوٹے الفاظ۔

باپ کے ساتھ طیبہ بھی مر گئی تھی۔ باقی کچھ رہ گیا تھا تو فقط مٹی کی ایک ڈھیری، جسے اب رسمِ دنیا نبھانا تھی۔

☆☆☆

سوئم گزرے دنوں بیت چکے تھے۔ زندگی معمول پہ آ رہی تھی نہ دل سنبھل رہے تھے۔ وقت زخم پہ مرہم رکھ رہا تھا نہ درد کی دوا بن رہا تھا۔ اگلے کئی دنوں تک وہ تینوں ایک دوسرے سے بے خبر رہی تھیں۔ وہ بھی انہی سوگوار دنوں کی ایک بوجھل سی شام تھی۔ جب ڈرائنگ روم کے سامنے سے گزرتی طیبہ نے رک کر اندر جھانکا تھا۔

"افگن!" ڈرائنگ روم میں پڑے ٹو سیٹر پہ آرام سے پاؤں پسارے، سگریٹ منہ میں دبائے، گہرے کش لیتا افگن اس نسوانی دھاڑ پہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

طیبہ کا چہرہ سرخ ہوا۔ کھڑکی پہ گرتی نارنجی کرنوں نے صورتحال دیکھتے واپسی کی راہ لی۔ افگن کے دائیں ہاتھ میں موجود انگلی جتنا وہ ٹکڑا طیبہ کو اشتعال دال رہا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے افگن کے ہاتھ سے وہ ٹکڑا لیا اور کوڑے دان میں اچھال دیا۔ داہنی دیوار کے سامنے موجود میز پہ پڑے بیل بوٹوں والے گلدان کی آڑ سے جھانکتی سگریٹ کی ڈبیا نے اس کا غیض دیکھتے چھپنے کی ایک ناکام کوشش کی۔ اگلے ہی پل وہ بھی کوڑے دان کی نذر ہو چکی تھی۔

سٹڈی ٹیبل، دراز اور الماریوں کی تلاشی لیتی وہ بدحواس لگ رہی تھی۔ اس سارے دورانیے میں افگن مطمئن سا اسے دیکھتا رہا۔ اس کا اطمینان دیکھ کر طیبہ کو جیسے آگ لگ گئی تھی۔ چند قدموں کا فاصلہ طے کرتے وہ افگن کے قریب آئی۔ اگلے ہی پل اس کا مومی ہاتھ افگن کے دائیں گال پہ اپنی چھاپ چھوڑ گیا تھا۔

"آپ اپنی حد میں رہیں ورنہ میں اپنی تمیز تہذیب کی ساری حدیں بھول جاؤں گا۔"

برہم لہجے میں کہتا وہ باہر کی جانب قدم بڑھا گیا تھا۔ رُخ موڑ کر اس کی پشت دیکھتی طیبہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

پندرہ دنوں سے آنکھوں پہ بٹھائے ضبط کے پہرے توڑ دیے گئے۔

باپ کی موت پہ اک اشک نہ بہانے والی بھائی کی بدزبانی پہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

انسان بھی کتنا عجیب ہے۔ سہنے پہ آئے تو پتھروں کو مات دے دے، بکھرنے پہ آئے تو اک حرف کی مار ہے۔

☆☆☆

کیا تم نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے؟

جو خود سُلگ کر تمھارے دل کی رونقوں کو بقا دے۔

ماں کے بعد وہ ہستی بڑی بہن ہے۔

وہ باپ بن کر پالتی ہے۔ ماں بن کر سنبھالتی ہے۔

بھائی سا پیار بھی دیتی ہے۔ اپنا آپ وار بھی دیتی ہے۔

"میں اپنی پڑھائی پہ کسی قسم کا سمجھوتہ برداشت نہیں کروں گا۔ آپ کو اپنے خواب چھوڑنے پڑیں یا دل توڑنا پڑے، میں کچھ نہیں جانتا۔" نئی نئی جوانی تھی، سر چڑھ کر بول رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بیا کی برداشت بس یہیں تک تھی۔"آپ چاہتے کیا ہیں بھائی؟ کیوں آپ ہماری زندگیوں میں زہر گھول رہے ہیں؟"

"میں طیبہ سے بس اتنا چاہتا ہوں کہ۔"ڈرامائی وقفہ دیا۔ باری باری سب کے تاثرات دیکھے۔

"کہ طیبہ اپنی پڑھائی چھوڑ کر کوئی جاب وغیرہ ڈھونڈ لے، کیونکہ اس کے بغیر میری پڑھائی مشکل ہے۔"

طیبہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔اسکالرشپ، سی ایس ایس، بابا کا فخر، اس کے خواب۔سب کچھ ایک پل میں چکنا چور ہو گیا۔ سنبل کے سرد تاثرات میں دراڑ پڑی۔انھوں نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر افگن کو دیکھا تھا۔

(طیبہ میری بیٹی نہیں، میرا بیٹا ہے۔)

شریکِ حیات کی آواز کانوں میں گونجی تو سنبل کی نظریں افگن سے ہوتی ہوئی طیبہ کے چہرے پہ گڑ گئیں۔پلکوں کی لرزش نے اس کے دل کا حال عیاں کر دیا تھا۔

(میری دعا ہے اس کے سب خواب پورے ہوں۔)

بادامی آنکھوں سے بہتے نمکین سیال میں خواب بھی بہہ گئے تھے۔

(پھر چاہے اس کے خوابوں کی قیمت میری سانسیں ہی کیوں نہ ہوں۔)

افگن کے خوابوں کی سلامتی کے لیے اس نے اپنے خوابوں پہ فاتحہ پڑھ لی۔

شہر چشم پہ پابندیاں عائد ہوئیں۔

وجود سلامت رہا، دل کرچی کرچی ہو گیا۔

دستور کی یہی بولی تھی۔ یہی ہوتا تھا، یہی ہونا تھا۔

مرد ہر قربانی سے بری ہوا۔ سمجھوتہ وجودِ زن پہ لازم کیا گیا۔

طیبہ نے ایک طائرانہ نگاہ اپنے ویراں آشیانے پہ دوڑائی۔

کونے کونے سے ٹپکتی وحشت، ماں کے ہونٹوں پہ لگا قفل۔

افگن کی آنکھوں کے سپنے، بیا کی پڑھائی۔

اس نے لمحوں میں جوڑ توڑ کیا، سود و زیاں کا حساب لگایا۔

منافع سارے خاندان کے حصے میں آیا، خسارے سب خود رکھ لیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہاتھ میں پکڑا ایڈمیشن فارم میز پہ دھرا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے، لیکن تمھاری پڑھائی میں کسی قسم کی کوتاہی قابلِ برداشت نہیں ہو گی۔" آواز گیلی مگر لہجہ ہموار تھا۔

انابیہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔اس نے ایک گہرا سانس بھرا۔

وہ اسے کیسے سمجھاتی کہ جب ذمہ داریاں سر پہ آن پڑیں تو آنکھوں میں قید خوابوں کو نوچ کر دل کے قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے۔ حقوق کہیں پیچھے رہ جاتے ہیں، اگر کچھ یاد رہتا ہے تو صرف فرائض!

☆☆☆

چار سال بیت چکے تھے۔ان چار سالوں میں بہت کچھ بدلا تھا۔ سنبل کے وجود سے لپٹی چُپ ٹوٹ گئی تھی۔ناکام حسرتوں کی راکھ بھوری آنکھوں میں دبائے طیبہ اک لگی بندھی روٹین کے مطابق جاب کر رہی تھی۔افگن کی پڑھائی مکمل ہو چکی تھی۔کامیاب انٹرن شپ کے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بعد اب وہ جاب کی تلاش میں تھا۔گھر کے حالات کچھ بہتر ہو چکے تھے۔راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا جب اس چین میں افگن نے پھر سے ایک بھاری پتھر پھینکا تھا۔

☆☆☆

اُفق پہ ابھرتے آفتاب کی نو عمر سنہری کرنیں گل لالہ کے پھولوں پہ گر رہی تھیں۔

رات کی نمی شبنم کی صورت گھاس پہ پھیلی تھی۔لاہور کے بیدار ہونے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

لکشمی چوک میں پھیلی اشتہا انگیز خوشبوؤں نے اس کی بھوک میں اضافہ کر دیا تھا۔چوکور میز کی داہنی جانب بیٹھا، مشہور و معروف بٹ چکن کڑاہی سے انصاف کرتا افگن سامنے والے کے لفظوں کو چند پل کے لیے فراموش کر بیٹھا تھا۔ریحان نے انگلی سے میز بجاتے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔افگن نے چونک کر سر اٹھایا۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔" جانچتی نظریں افگن پہ جمی تھیں۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے بھئی!" اس نے آخری نوالہ لے کر پانی کے چند گھونٹ حلق سے نیچے اتارے۔پاس پڑے موبائل کی روشن اسکرین پر ایک سرسری نظر دوڑا کر اسے میز پہ الٹا کیا، ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائیں اور مکمل طور پہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں اب بتاؤ، کس ڈیل کی بات کر رہے تھے تم؟" نظریں ریحان کے چہرے پہ مرکوز کیں

۔

"ڈیل برائے حاجت!" دائیں ہاتھ کی مٹھی ٹھوڑی تلے جمائے وہ اطمینان سے بولا۔

تمہیں ویزے کی ضرورت ہے اور مجھے۔۔۔" لکشمی چوک کی ساری چکا چوند ریحان کی بات کے آگے ماند پڑ گئی۔

فضا میں اٹھتے دھوئیں کے مرغولوں میں بھی آنکھوں کی چمک واضح تھی۔

"ڈیل ڈن!" بائیں ہاتھوں کی مٹھیاں ملیں، مسکراہٹوں کا تبادلہ اور بس۔

ایک نئی آفت تھی جو ٹوٹنے والی تھی۔

☆☆☆

حبس زدہ شام کی آخری ساعت تھی۔ صحن کی دیواروں پہ سائے لمبے ہونے لگے تھے۔

شہر یاراں میں ہر سُو ویرانیوں کا راج تھا۔ رونقوں کو روٹھے عرصہ گزر چکا تھا۔

جب سر کا سائیں ہی سر پہ نہ رہے تو خوشیاں بھی منہ موڑ لیتی ہیں۔

سیلن زدہ دیوار پہ نظریں جمائے سنبل گہری سوچ میں گم تھیں۔

برسوں کی لمبی مسافت نے انھیں تھکا دیا تھا۔ وقت سے پہلے چہرے پہ بڑھاپا اتر آیا تھا۔

آنکھوں میں پھیلے دُکھ کی رمق تھی کہ کیا، پاس سے گزرتی طیبہ ماں کو دیکھ کر رُک گئی۔

چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی وہ اُن کے قریب آئی اور قدموں میں بیٹھ کر اُن کے ہاتھ تھام لیے۔ ہولے سے، دھیرے سے۔

سنبل کی ویران آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔ انھوں نے طیبہ کو اُٹھا کر اپنے پاس بٹھایا اور پہلو سے لگا لیا۔

"میں تمھارے فرض سے سُبکدوش ہونا چاہتی ہوں۔" چند لمحے بیتے تو سنبل کی بھّرائی ہوئی آواز گونجی۔

"میں بھی یہی بات کرنے والا تھا، طیبہ کو اب اپنے گھر کی ہو جانا چاہیے۔" اس سے پہلے کہ طیبہ کچھ کہتی، کمرے میں افگن کی آواز گونجی تھی۔

یہ کب آئے؟" انابیہ نے اسے دیکھا اور رخ موڑ لیا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

طیبہ کے لیے ایک بہت اچھا رشتہ ہے میرے پاس۔"آواز میں دنیا بھر کی بشاشت اور اپنائیت سموئی۔

چھ آنکھیں اس کی جانب گھومیں۔اب کیا کہنے والا تھا؟

افگن کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ سن کر سنبل جہاں کی تہاں رہ گئی۔

آسماں ٹوٹا نہ زمین کا کلیجہ شق ہوا۔مگر سنبل کا پورا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔

"چٹاخ۔۔"زناٹے دار تھپڑ کی آواز سارے میں گونج گئی۔افگن کا بایاں رخسار سلگ اٹھا۔وہ اپنی حیران آنکھیں سنبل پہ جمائے کھڑا تھا۔ضبط کرنے کی کوشش میں طیبہ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔انابیہ نے سر جھٹک کر افگن کی عقل پہ ماتم کیا۔

آخر کیا برائی ہے اس میں؟"وہ جرح پہ اتر آیا تھا۔"

"ارے میں پوچھتی ہوں کیا اچھائی ہے اس میں؟دنیا جہاں کا نکما، نکھٹو، عیاش۔ایک بچے کا باپ۔ساری دنیا میں کیا وہی رہ گیا تھا میری بچی کے لیے؟"بولتے بولتے سنبل کی رگیں پھول گئیں۔مارے غصے کے ان کا برا حال تھا۔

"ماں آپ سمجھ نہیں رہیں، دیکھا بھالا شریف لڑکا ہے۔ پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے اسے، طیبہ کو خوش رکھے گا۔ آخر اس نے خود یہ خواہش ظاہر کی ہے۔" لہجے میں حتیٰ المقدور شیرینی ملائے وہ انھیں سمجھا رہا تھا۔

"نام کے ساتھ شریف لگا لینے سے کوئی شریف نہیں ہو جاتا۔ میری بات کان کھول کر سن لو افگن، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ طیبہ کا ہاتھ میں کبھی بھی اس ریحان شریف کے ہاتھ میں نہیں دوں گی۔"

چہرے کے زاویے بگڑے جیسے زبان تلے کوئی کڑوا بادام آ گیا ہو۔

"ریحان نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس شادی کے بدلے وہ میرے باہر جانے کے سب انتظامات کرے گا۔" آخر کار بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی تھی۔ ہواؤں نے واپس مڑ کر لکشمی چوک کے میز پہ موجود ویزا ایجنٹ ریحان شریف کے سامنے بیٹھے افگن کو بائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس کی مٹھی سے ملاتے دیکھا تو اسکی نیت پہ افسوس کرتی واپس پلٹ گئیں۔

"آپ صرف ایک ویزے کی خاطر اپنی بہن کو مطلب کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں؟ ایک ایسے شخص کے حوالے کر رہے ہیں جسے عورت ذات کی عزت تک کرنا نہیں آتا۔ جس نے اپنی ہی

بیوی کو مار مار کر ادھ موا کر دیا اور پھر اُسے طلاق کے کاغذات بھی بھجوا دیے۔" پھولے تنفس کے ساتھ کہتی انابیہ نے لفظ افگن کے منہ پہ رسید کیے تھے۔

"وہ صرف ایک ویزا نہیں ہے، وہ میرا کیریئر ہے، میرے سپنوں کا جہاں۔ تم لوگوں کی زندگیوں کے لیے میں اپنا کیریئر داؤ پہ نہیں لگا سکتا۔" سفاک لہجے میں کہتا وہ کوئی وحشی لگا تھا۔ طیبہ کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔ اس نے تو ان سب کی خوشیوں کی خاطر اپنے خواب بھینٹ چڑھا دیے تھے اور اب وہ اسے بھی جہنم میں جھونکنا چاہتا تھا۔

"شادی تو طیبہ کی ریحان سے ہی ہو گی۔ چاہے مجھے ساری دنیا کو آگ لگانی پڑ جائے۔"

مغلظات بکتا وہ گھر سے باہر نکل گیا۔ اس سارے منظر کو دیکھتے آسمان پہ کب سے ٹھہرے بادل برس پڑے تھے۔ سنبل کی نظریں بت بنی بیٹھی طیبہ کی طرف مڑ گئیں جس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر بارش کے قطروں میں ضم ہوتے زمین میں دفن ہو گئے۔

بھوری آنکھیں دروازے کی دہلیز پہ ٹکائے اس کی سوچیں صرف ایک نقطے پہ محوِ پرواز تھیں

۔

"آخر کوئی اتنا سنگدل کیسے ہو سکتا ہے؟"

☆☆☆

گھٹائیں اپنے جوبن پہ تھیں۔ہواؤں نے جھوم جھوم کر آسمان پہ تیرتی بدلیوں کو منتشر کیا۔ طیبہ کے کمرے سے نکلتی روشنی کونے کونے میں بکھری تھی۔بیڈ پہ نیم دراز انابیہ کی آنکھیں طیبہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ماتھے پہ بکھرے بالوں سے بے نیاز،ہاتھ میں فائل تھامے وہ کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں جمائے ہوئے تھی۔دروازے پہ ہلکی سی دستک نے اس کے ارتکاز میں خلل پیدا کیا۔رخ موڑ کر دیکھا اور ایک گہری سانس بھری۔ سنبل کی آنکھیں نم ہوئیں۔آخر اس کا کیا قصور تھا؟دروازہ بند کرتے،غیر متوازن سی چال چلتے وہ ان کے نزدیک آ بیٹھیں۔

"ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔چند لمحوں بعد خاموشی ٹوٹی تو دو مختلف آوازوں سے آنے والے ایک جیسے الفاظ پہ طیبہ کی نظریں حیران ہوئیں۔سنبل اور انابیہ نے اک دوجے کی جانب دیکھا اور کمرے میں تبسم سا بکھر گیا۔

افگن سے اب کسی اور اچھی چیز کی امید نہیں کی جا سکتی،اس لیے ہمیں جلد از جلد یہاں سے جانا ہو گا۔""

لیکن ہم جائیں گے کہاں؟" یہ وہ سوال تھا جو کسی اژدھے کی طرح منہ کھولے ہوئے تھا، نگلنے کو تیار۔"

"مری۔" طیبہ اور انابیہ نے ان کی جانب یوں دیکھا جیسے ان کی ذہنی حالت پہ شک کیا ہو۔

"میرا ایک دور پار کا کزن رہتا ہے وہاں، ہم اس سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ باقی کی باتیں افگن کی پہنچ سے دور، وہاں بھی سوچی جا سکتی ہیں۔" آئیڈیا اچھا تھا۔ فوری عمل درآمد ضروری تھا۔ شام والے واقعے کے بعد لاٹ صاحب ابھی تک گھر نہیں آئے تھے۔ سو جلدی جلدی اپنا سامان بیگز میں ٹھونس کر وہ کمرے سے باہر نکل آئیں۔ چادر ٹھیک کرتے ہوئے سنبل نے ایک الوداعی نظر اس آشیانے پہ ڈالی۔

اس گھر میں انھوں نے اپنی اوائل جوانی سے ادھیڑ عمری تک کا سفر طے کیا تھا۔

یہی گھر اب ان کی متاعِ کل چھین لینے کے درپے تھا۔ ایک آہ بھرتے ان تینوں نے قدم باہر کی جانب بڑھائے اور پھر اندرونِ لاہور کی گلیوں نے تین نفوس کو اپنا آپ گھسیٹتے دیکھا۔ آہستہ آہستہ وہ نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆

جون،2019

اسلام آباد، مری۔

گاڑی مری کی حدود میں داخل ہونے کے قریب تھی۔بل کھاتی سڑکیں،دائیں بائیں جھکے درخت اور دل موہ لینے والے مناظر۔انابیہ جوش و خروش سے اِدھر اُدھر کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔طیبہ کی بھٹکتی نظریں گاڑی کے دروازے سے ہوتی سنبل کی نظروں سے آ ملیں تو اک تکان زدہ مسکراہٹ اس کے چہرے پہ ابھری۔

سنبل نے بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ماں تھیں،اولاد کی آنکھوں کی زبان بھی سمجھتی تھیں۔نم آنکھوں کے ساتھ اس نے سر سنبل کے کندھے سے لگایا اور آنکھیں موند لیں۔آہ! شاید کہ اب زندگی اچھی گزرے۔آنکھوں میں سپنوں کا جہاں بسائے، تین افراد پہ مشتمل قافلہ مری کی جانب رواں دواں تھا۔

☆☆☆

حالیہ دن۔

ایرا۔ڈیویس ہوٹل۔

مال روڈ، مری۔

"طیبہ!" اک چیخ تھی جو ابھری تھی۔ پھر ہر سو خاموشی پھیل گئی۔ انابیہ کچن کی طرف لپکی تھی۔

سنبل نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کی ہتھیلیاں سہلاتے، چہرے پہ پانی کے چھینٹے مارتے وہ زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھیں۔ چند لمحے سرکے۔ آنکھیں کھولنے پہ طیبہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ بدقت سیدھی ہوئی تھی۔ سنبل نے دیوانہ وار اسے چومتے ہوئے سینے سے لگا لیا۔ طیبہ کی نظریں سنبل سے ہوتی ہوئی چوکھٹ پہ پڑیں تو جم کر رہ گئیں۔

"افگن۔" ہونٹ بے آواز ہلے۔ چہرے سے جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا تھا۔ افگن طیبہ کو سہارا دیتا کمرے تک لایا تھا۔ اسے آرام سے بیڈ پہ لٹا کر لحاف اوڑھایا اور کرسی کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"طیبہ!" اس پکار میں کچھ ایسا تھا جس نے اسے سر اٹھانے پہ مجبور کر دیا۔

یہ تم نے اپنا کیا حال کر لیا ہے؟" وہ محویت سے اسے تک رہا تھا۔"

"میں نے تم لوگوں کو ہر جگہ ڈھونڈا۔ ریحان تو میری جان کو آ گیا تھا۔ آخر کوئی اپنوں کے ساتھ ایسا بھی کرتا ہے؟"

طیبہ نے اس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ بھی یہی پوچھنا چاہتی تھی۔

"کسی طرح میں نے باہر جانے کا بندوبست کیا اور یو۔کے چلا گیا۔ تب میں تم لوگوں سے سخت خفا تھا لیکن۔ اب میں تم سے مزید ناراض رہنا افورڈ نہیں کر سکتا۔" یہ افگن کا کوئی الگ ہی رُوپ تھا۔ انابیہ تو ایک طرف، سنبل بھی حیران تھیں۔

"نیشنلٹی لینے کے لیے میں نے وہیں کی ایک مقامی لڑکی سے شادی کر لی۔ لیکن۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سر جھک گیا۔ شاید وہ تھک چکا تھا۔(تمہید ہو چکی، اب اصل بات پہ آئے گا۔)طیبہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"وہ اپنے باپ کی شادی کروانا چاہتی ہے اور اس میں اسے میری مدد چاہیئے۔ ورنہ وہ مجھ سے ہر تعلق توڑ لے گی۔

کیا تم میرا گھر بچانے میں میری مدد کرو گی؟" برسوں بعد لوٹا بھی تو مطلب کے لیے۔

سنبل نے آگے بڑھ کر افگن کا گریبان پکڑ لیا۔ آنکھیں شدِت غم سے نڈھال تھیں۔

"آخر خون اپنا اثر دکھا ہی دیتا ہے۔ سانپ کی چاہے سالوں پرورش کرو، اس کی فطرت میں ہے ڈسنا اور فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ تم نے بھی ثابت کر دیا کہ تم خود غرض باپ کی خود غرض اولاد ہو۔"

برسوں سے چھپائے گئے سچ پہ سے ایسے پردہ اٹھنا تھا۔

اس کے والدین ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے تھے۔ بہن کی ننھی سی اولاد کو بلکتے دیکھ ان کے شوہر نے اسے سنبل کی گود میں ڈال دیا تھا۔ سنبل نے ماں بن کر پالا، طیبہ نے بھائی سمجھ کر اپنا آپ دان کر دیا۔ اور اس قدر قریب رہنے والا کس قدر اجنبی نکلا۔ سب کے

اعصاب شل تھے۔افگن کے چہرے پہ بہت کچھ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔وہ مرے مرے قدموں سے چلتا ہوا دہلیز پار کر گیا۔

☆☆☆

15 جنوری،2020

ایوبیہ،مری۔

برف سے ڈھکا ایوبیہ کسی دیو کے سفید محل جیسا لگتا تھا۔اونچی نیچی پہاڑیاں، برف میں چھپا مرغزار، چہکتے لوگ۔

ایوبیہ کی پہاڑیوں میں بکھرا حسن بھی طیبہ کے دل کی رونقیں بحال نہ کر سکا۔سڑکوں پہ پڑی برف میں زندگی جامد ہو گئی تھی۔بچپن سے لے کر اب تک کے سب واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگے۔

برف کا ایک ننھا سا ٹکڑا اس کے رُخسار سے ٹکرایا۔منظر کا ربط ٹوٹا،ایک اسکرین روشن ہوئی۔

باپ کے پہلو میں گھسی بیٹھی سولہ سالہ طیبہ انھیں اپنا رزلٹ دکھانے کے بعد پُرجوش سی کچھ بتا رہی تھی۔ شفقت بھری نظروں سے اسے دیکھتے انھوں نے طیبہ کو دھیرے سے اپنے ساتھ لگایا اور ماتھے پہ بوسہ دیا۔

"میرا پیارا بیٹا۔" وہ اسے دیکھ کر اکثر ہی جذباتی ہو جاتے تھے۔

اس کے قریب گاڑی کے ٹائر چرچرائے۔ ماضی تحلیل ہوا، وہ حال میں لوٹ آئی۔ گاڑی سے نکلتا افگن اسی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ جینز شرٹ میں ملبوس وہ پیارا لگ رہا تھا۔ اپنی آنکھیں طیبہ پہ جمائے وہ اس کے قریب آ گیا تھا۔

طیبہ کا دل کسی پتے کی مانند لرزنے لگا۔ جھکے سر کے ساتھ اس کے قریب بیٹھتے افگن نے اس کے ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لے لیے۔ چند لمحے سر کے۔ اس کی آنکھوں سے اک اشکِ ندامت ٹوٹ کر طیبہ کی ہتھیلی پہ ٹھہر گیا تھا۔

طیبہ کو کرنٹ سا لگا تھا۔ اس نے یہ تو نہیں چاہا تھا۔

☆☆☆

دو سال بعد:

اندرون لاہور۔

(میرے خواب میرے گھر کی عزت سے بڑے ہو گئے تھے۔)

دالان میں بیٹھی انابیہ نے اسجد کے کھلکھلانے پہ سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ طیبہ کی گود میں پُر سکون سا بیٹھا وہ یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔ سامنے تخت پہ سنبل تسبیح تھامے بیٹھی تھیں۔

(کامیاب زندگی کی چاہ نے مجھے صحیح غلط کا فرق بُھلا دیا۔)

سیڑھیاں اترتی ماہم نے اک نظر طیبہ کو دیکھا اور مسکرا دی۔ چوکھٹ سے باہر نکلتے افگن نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا اور آسودہ ہوا۔

(اگر اب بھی یہ سچ مجھ پہ آشکار نہ ہوتا تو میں وہی مطلب پرست افگن ہوتا۔)

"اللہ اکبر، اللہ اکبر۔" دور کہیں مغرب کی اذانیں ہوئیں تھیں۔ شاخوں سے نکلتے نوزائیدہ پتے سردی کی شدت سے کپکپا رہے تھے۔ سر پہ دوپٹہ اوڑھتی انابیہ اپنی کتابیں سمیٹ کر لاؤنج میں آ گئی تھی۔

(میں اپنی خود غرضیوں کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں۔)

ہاتھوں میں تھاما سامان اس نے سامنے پڑے ریک میں طیبہ کی کتابوں کے ساتھ رکھا اور صوفے پہ آ بیٹھی۔ دو سال پہلے پے در پے ہونے والے واقعات نے افگن کی کمر توڑ دی تھی۔ طلاق، جاب کا چھوٹ جانا، یورپ سے دربدری۔ یہ سب وہ معاملات تھے جن کے لیے افگن نے طیبہ کی زندگی اندھیر کی تھی۔

(وہ سب ذمہ داریاں جواب تک تم نے نبھائیں، انھیں اب میں سنبھالنا چاہتا ہوں۔)

اس نے اپنی جانب سے ہونے والی غلطیوں کے ازالے کے لیے اپنی زندگی کی ڈور سنبل کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اپنے خوابوں کی بچی کھچی راکھ سمیٹ کر طیبہ نے اپنی پڑھائی سے ٹوٹا رشتہ پھر سے استوار کر لیا۔ ماہم سے شادی کے بعد افگن کی زندگی میں اک ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اسجد کی پیدائش نے ہر خلا پُر کر دیا۔

چند سالوں کی دربدری ہی سہی مگر افگن زندگی کا فلسفہ سمجھ گیا تھا۔

پیسہ بہت کچھ ہوتا ہے اور رشتے سب کچھ۔

بہت کچھ کے لیے سب کچھ نہیں گنوانا چاہیے۔

سرمئی عمارت کے در و دیوار مہک اٹھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بوڑھے برگد نے سکون سے آنکھیں موند کر ہواؤں کو طمانیت کا عندیہ دیا تھا۔

(تمت بالخیر!)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842